# فرقہ پرستی پر نہرو کے خیالات

## اگر بھارت ایک غلام ملک کی حالت سے نکل کر ایک طاقتور اور خود کفیل ملک بنا ہے تو اس میں نہرو کا بڑا رول ہے

ابھے کمار

**بھارت** کے پہلے وزیر اعظم اور مجاہد آزادی جواہر لال نہرو کا یوم ولادت ہر سال ۱۴ رنومبر کو منایا جاتا ہے۔ ان کی عوامی زندگی کا سفر پانچ دہائیوں پر محیط ہے۔ وہ نہ صرف قومی تحریک کے روح رواں رہے، بلکہ جب ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا تو وہ بھارت کے پہلے وزیر اعظم کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۶ سال ۲۸۶ دنوں تک وہ وزیر اعظم کی کرسی پر براجمان رہے، جو آج تک ایک ریکارڈ ہے۔ نہرو کے حامیوں کا کہنا ہے کہ اگر بھارت جیسے غریب اور ان پڑھ ملک میں جمہوریت کا تجربہ کامیاب رہا تو اس کا بڑا کریڈٹ نہرو جی کو جاتا ہے۔ نہرو پر تحقیق کرنے والے اسکالر آر سی پیلئی کے مطابق 'بھارت میں جواہر لال نہرو لبرل جمہوریت کے سب سے بڑے چیمپئن تھے۔ اپنی پوری زندگی وہ جمہوریت کی اہمیت پر زور دیتے رہے اور ان کی یہ دلی خواہش تھی کہ آزاد بھارت میں جمہوریت جمہوری طریقۂ کار سے پھولے پھلے۔ جب بھارت کو آزادی ملی تب ملک کے حالات ٹھیک نہیں تھے۔ برطانوی حکومت نے ملک کے وسائل کو چاٹ چاٹ کر کمزور کر دیا تھا۔ پھر تقسیم ملک کی آگ بر صغیر کو جلا رہی تھی۔ اس پس منظر میں بھارت کو ایک سیکولر، سوشلسٹ اور سیکولر ملک بنانا واقعی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آزاد بھارت کی تاریخ میں نہرو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر بھارت ایک غلام ملک کی حالت سے نکل کر ایک طاقتور اور خود کفیل ملک بنا ہے تو اس میں نہرو کا بڑا رول ہے۔ اقتصادی منصوبہ بندی، سیکولر اداروں کی تشکیل، بہترین تعلیمی اداروں کے قیام کا سہرا بھی ان ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔"

حالانکہ نہرو کے ناقدین انہیں ملک کی غریبی اور سماج میں عدم مساوات کے لئے ذمہ دار مانتے ہیں۔ ترقی کے نام پر لاکھوں آدی واسیوں کو نہرو کے راج میں ہی اجاڑا گیا اور دلتوں اور پسماندہ ذاتوں کو ایک حد تک سرکاری اداروں اور نوکریوں سے دور رکھا گیا۔ آزاد بھارت میں اعلیٰ ذاتوں کی بالادستی کے لئے بھی نہرو کی پالیسی کو ذمہ دار مانا جاتا ہے۔ تقسیم ملک کے لئے بھی نہرو کو موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ ان کے عزیز دوست اور جنگ آزادی کے ساتھی مولانا آزاد نے اپنی کتاب 'انڈیا وینز فریڈم' میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اگر اقلیتوں کو واجب حقوق دینے اور صوبہ کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دینے کے لئے نہرو اور کانگریس کی اعلیٰ لیڈر شپ تیار ہو جاتی تو ملک کی تقسیم کو ٹالا جا سکتا تھا اور مسلم لیگ کو پاکستان کی مانگ کو ترک کرنے کے لئے منایا جا سکتا تھا۔ جب سال ۱۹۴۶ کے اگست تک ملک کے حالات فرقہ وارانہ شکل اختیار کرنے لگے تو اس بگڑتے ہوئے حالات کے لئے مولانا نے پنڈت نہرو کو قصوروار مانا کیونکہ نہرو نے ایک بیان جاری کر کے کہا تھا کہ کانگریس 'کیبنٹ مشن پلان' میں ردو بدل کرنے کے امکانات کو خارج نہیں کر رہی ہے۔ اس پر مسلم لیگ بھڑک گئی اور بحیثیت کانگریس صدر، مولانا آزاد کی تقسیم ملک روکنے کی کوشش کو بڑا دھچکا لگا تھا۔ نہرو کے ساتھ کام کرنے والے اور انہیں اپنا ہیرو ماننے والے بہت سارے کانگریس کے سوشلسٹ لیڈر بھی آزادی کے بعد نہرو کے بڑے ناقد بن گئے۔ ڈاکٹر رام منوہر لوہیا بھی ان میں سے ایک تھے، جنہوں نے کانگریس اور نہرو کی مخالفت میں نہ صرف اپوزیشن کو متحد کیا بلکہ وہ خود ۱۹۶۲ کے پھول پور عام انتخابات میں نہرو کے خلاف انتخابی میدان میں کود پڑے۔ حالانکہ لوہیا، نہرو یہ انتخاب ۶۴۵۷۱ ووٹوں سے ہار گئے، مگر اپنی آخری سانسوں تک لوہیا نہرو اور کانگریس پارٹی کی ناقد بنے رہے اور ان کا ماننا تھا کہ جنگ آزادی کے دوران عوام سے کیے گئے اپنے وعدوں کو نہرو اور کانگریس فراموش کر چکے ہیں۔

> "
>
> نہرو کی تنقید میں بھاجپا سب سے آگے رہتی ہے، مگر ان کی باتوں میں سچائی کم اور افسانہ زیادہ ہوتا ہے۔ چونکہ نہرو ایک حریت پسند اور سیکولر لیڈر تھے، جو مذہب کی سیاست کے بڑے سخت مخالف تھے، اس لئے فرقہ پرست طاقتوں کو ان سے بیر ہے۔ نہرو کی سوچ پر سائنس اور منطق کا بڑا اثر تھا، اس لئے قدامت پرست اور توہم پرستی میں یقین رکھنے والے عناصر ان کو خارج کرنے کے لئے زور لگاتے رہتے ہیں۔ مذہب کی سیاست کرنے والی قوتوں کو نہرو سے بغض ہونا فطری بات ہے۔ نہرو کو ہندوؤں میں بدنام کرنے کے لئے یہ بھی افواہ پھیلائی جا رہی ہے کہ ان کے تعلقات مسلم خاندان سے تھے! تضاد دیکھیے کہ جن لوگوں نے کبھی بھی ملک کی جنگ آزادی کی لڑائی میں حصہ نہیں لیا وہ نہرو جیسے مجاہد آزدی پر کیچڑ اچھال رہے ہیں۔

نہرو کو ہندوؤں میں بدنام کرتے کے لئے یہ بھی افواہ پھیلائی جا رہی ہے کہ ان کے تعلقات مسلم خاندان سے تھے! تضاد دیکھیے کہ جن لوگوں نے کبھی بھی ملک کی جنگ آزادی کی لڑائی میں حصہ نہیں لیا وہ نہرو جیسے مجاہد آزدی پر کیچڑ اچھال رہے ہیں۔ تاریخ میں یہ بات رقم ہے کہ جب مجاہد آزادی عوام سے یہ اپیل کر رہے تھے کہ وہ مذہب سے اوپر اٹھ کر دیش کی خاطر قربانی دیں اور بین مذاہب اتحاد پیدا کریں تب فرقہ پرست طاقتیں، لوگوں کو مذہب کے نام پر بانٹ رہی تھیں۔ جب ہندو مسلمانوں کے مابین اتحاد کا نعرہ دیا جا رہا تھا، تب وہ ہندوؤں اور انگریزوں کے بیچ مسلمانوں کے خلاف گٹھ جوڑ کی بات سر عام کر رہے تھے۔ آج ان ہی طاقتوں کے وارثین نہرو اور کانگریس سے حب الوطنی کی سند طلب کر رہے ہیں۔ جہاں نہرو نے کئی سالوں تک اپنی زندگی جیل میں گزاری اور کبھی انگریزوں کے سامنے نہیں جھکے، وہاں بھگوا جماعت کے مفکر انگریزوں کو جیل سے معافی نامہ بھیج رہے تھے۔ مہاتما گاندھی کے قتل کے بعد نہرو نے آر ایس ایس پر قلیل مدت کے لئے پابندی لگائی تھی اور اپنی زندگی میں فرقہ پرست طاقتوں کو کبھی مرکزی سیاست کے قریب پھٹکنے نہیں دیا۔ مگر یہ ملک کی بدقسمتی تھی کہ کانگریس جیسی سیکولر پارٹی کے اندر موجود فرقہ پرست طاقتوں کا استعمال کر کے بھاجپا اپنے مفادات حاصل کر رہی ہے۔ حالانکہ نہرو اکثریتی فرقہ پرستی کے خطرات سے واقف تھے۔ ۳۰ نومبر ۱۹۳۳ کے 'دی ٹریبیون' میں نہرو نے ایک مضمون میں لکھا کہ جب ملک میں ہندو مسلم اتحاد کی بات چل رہی ہے، تب ہندو مہاسبھا کے لیڈر ہندوؤں سے یہ اپیل کر رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی جگہ انگریزوں سے دوستی کریں اور اپنے فرقہ کے مفادات کی خاطر سرکاری مراعات حاصل کریں۔ نہرو کو اس بات سے بھی دُکھ تھا کہ جہاں ملک میں مجاہدین آزادی برطانوی حکومت سے لوہا لے رہے تھے، تب ہندو مہاسبھا کے لیڈر یہ کہہ رہے تھے کہ انگریزی حکومت بھارت میں اتنی مضبوط ہے کہ اسے ہلا پانے کی طاقت کسی میں نہیں ہے، لہٰذا برطانوی حکومت کا تعاون کرنا ہندوؤں کے مفاد میں ہے۔ انگریزوں سے لڑنے کے بجائے، فرقہ پرست جماعتیں ہندو مسلم کشیدگی کو ہوا دے رہی تھیں۔ اسی مضمون میں نہرو نے ہندو مہاسبھا کے مرکزی لیڈر ڈاکٹر مونجے کے ۱۷ مئی ۱۹۳۳ کے اس بیان کا ایک چھوٹا سا اقتباس بھی پیش کیا، جس میں انہوں نے گاندھی کی قیادت میں چل رہی تحریک عدم تعاون کو خارج کیا۔ غور طلب ہو کہ باپو کے قاتل ناتھورام گوڈسے کی فکر بھی ایسے ہی مواد سے بنی تھی۔ آج بھی گاندھی نہرو خاندان اور کانگریس پر بھگوا جماعتیں الزامات لگاتی ہیں کہ انہوں نے مسلم منہ بھرائی کی پالیسی اپنائی ہے۔ اگر مسلم منہ بھرائی کی پالیسی اپنائی جاتی تو آج مسلمان بھارت میں سب سے زیادہ پسماندہ مذہبی سوشل گروپ نہیں ہوتے۔ نہرو نے بجا فرمایا کہ ہندو فرقہ پرست ہندوؤں کے نام پر شرفا کے مفاد کو پورا کرتے ہیں اور ان کے پروگرام میں مزدوروں اور کسانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ ہندو مہاسبھا کے وارثین آج بھی ہندو فرقہ کے نام پر مالداروں اور زمینداروں کے لئے کام کرتے ہیں، جبکہ غریب عوام یا پھر دلت، آدی واسی اور پسماندہ طبقات کو با اختیار بنانے سے ان کو بہت سروکار نہیں رہتا۔ نہرو اس بات سے بھی افسردہ تھے کہ اکثریتی فرقہ پرست اکثر خود کو محب وطن کے طور پر پیش کرتے ہیں، مگر حقیقت میں وہ ملک مخالف ہیں کیونکہ انہوں نے قومی تحریک کے دوران لوگوں میں تفرقہ پیدا کیا اور آج بھی لوگوں میں پھوٹ ڈالتے ہیں۔ نہرو کی ان اہم باتوں کو آج پھر سے یاد کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ فرقہ پرست طاقتیں مذہب کی سیاست کرنے سے باز نہیں آ رہی ہیں۔ ■

(مضمون نگار جے این یو سے تاریخ میں پی ایچ ڈی ہیں)

debatingissues@gmail.com